ادیان ومذاہب کے پیروکاروں سے مناظرہ کے اصول

(حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت کی روشنی میں)

Principles of Debate with Followers of Religions & Sects

(In the light of the biography of Imam Reza A.S)

Sy.Hasnain Abbas Gardezi
(Chairman Noorul Huda Trust, Islamabad)
E-mail: hasnain.gardezi@gmail.com

Abstract

One of the crucial ways to substantiate one's point of view is discussion, dialog and debate. It is an approach which was utilized by the prophets and Imams. Imam al-Raza got the opportunity during the reign of Mamoon al-Raseed to hold polemical debates with scholars of different religions. In these discussions, the Imam set an exemplary precedent of following intellectual, logical, and moral principles of dialog, which is a guiding approach for scholars and propagators of the Muslim community. In the light of the polemical approach and style of the Imam, this article has deduced fundamental Islamic intellectual, logical, and moral principles of discussion and dialog.

Keywords: Religions, Dialog, Polemics, Principles, Imam al-Reza.

خلاصہ

مخالف کے سامنے اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کا ایک اہم ذریعہ مناظرہ ہے۔ اثباتِ حق کے لئے انبیاء اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام نے اس روش سے استفادہ کیا ہے۔ امام رضا علیہ السلام کو مامون الرشید کی ولی عہدی کے زمانے میں مختلف ادیان و مذاہب کے علماء کے ساتھ مناظروں کا موقع ملا۔ ان مناظروں میں آپؑ نے ادیان و مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مکالمہ و مناظرہ کے علمی، منطقی اور اخلاقی اصولوں کی پاسداری کا ایک بہترین نمونہ بھی پیش کیا جو امّتِ اسلام کے تمام علماء و مبلغین کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس مقالہ میں آپ کی مناظرانہ روش کی روشنی میں مکالمہ و مناظرہ کے علمی، منطقی اور اخلاقی اساسی اصولوں کا استخراج کیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: ادیان ومذاہب، مکالمہ، مناظرہ، اصول، امام رضا علیہ السلام۔

مناظرہ کا مفہوم

لغوی معنی: مناظرہ ''نظر'' سے مشتق ہے۔ لسان العرب میں نظر کے تین معانی ''رؤیت ، غور و فکراور انتظار؛بیان کئے گئے ہیں۔[1] اس بناپر اگر مناظرہ '' نظر'' بمعنی ''رؤیت'' سے مشتق ہو تو معنی ہوگا''ایک دوسرے کو دیکھنا''۔اسی لئے کہتے ہیں: ''يَنْبَغِيْ لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يُّبْصِرَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْآخَرَ'' یعنی: مناظرین کو چاہیے کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا رہے۔اگر مناظرہ '' نظر'' بمعنی ''غور و فکر'' سے مشتق ہو تو معنی ہوگاایک دوسرے کے کلام میں غور و فکر کرنا۔اسی لئے کہتے ہیں: ''يَنْبَغِيْ لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يَّتَفَكَّرَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِيْ كَلَامِ الْآخَرِ'' یعنی: دونوں مناظروں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے کلام میں غور و فکر کرنا چاہیے۔اور اگر مناظرہ '' نظر'' بمعنی ''انتظار'' سے مشتق ہو تو''انتظار کرنا''معنی ہوگا۔اسی لئے کہتے ہیں: ''يَنْبَغِيْ لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يَّنْتَظِرَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا انْتِهَاءَ كَلَامِ الْآخَرِ'' یعنی: مناظرین میں سے ہر ایک کو دوسرے کے کلام ختم ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ ''نظیر'' سے مشتق ہو۔ اس صورت میں اس کا معنی ''ہم مثل ہونا''ہوگا۔ اسی لئے کہتے ہیں: "يَنْبَغِيْ لِلْمُنَاظِرَيْنِ أَنْ يَّكُوْنَا مُتَسَاوِيَيْنِ فِي الْعِلْمِ" یعنی: دونوں مناظرہ کرنے والوں کو علم میں ہم پلہ ہونا چاہیے۔

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں اس سے مراد: ''المباحثة و المباراة فی النظر و استحضار كل ما يراه ببصيرته و النظر البحث و هو اعم من القياس لان كل قياس نظر و ليس كل نظر قياسا ''[2] باہمی گفتگو اور اپنی نگاہ بصیرت کے مطابق اپنے مدعا کے حق میں دلائل پیش کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا۔ نظر(اظہار رائے کرنا) بحث کہلاتا ہے، اور یہ قیاس سے اعم ہے کیونکہ ہر قیاس نظر ہے، لیکن ہر نظر قیاس نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر، مناظرے کا مطلب دو طرفہ گفتگو ہے جس میں طرفین میں سے ہر ایک اپنے نظریے کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے اور فریق ثانی کو مغلوب کرنے کے لئے دلائل وبراہین پیش کرتا ہے۔

مناظرہ کا مقصد اور ہدف

مناظرہ کا مقصد صرف ''ایک فریق کا دوسرے فریق پر غلبہ پانا اور برتری جتلانا'' نہیں بلکہ اس کا اصلی مقصد کسی موضوع اور مسئلے میں حق وحقیقت تک رسائی اور حق کی طلب ہوتا ہے[3] مناظرے کا ایک اور مقصد تعلیم ہوتا ہے، یہ تعلیم کا بالواسطہ طریقہ ہے جو مناظرے کے خاص اسلوب کی وجہ سے ذہنوں میں نقش ہو جاتا ہے۔ مناظرے کا ایک اور نمایاں مقصد جو امام رضا علیہ السلام کے مناظروں میں غالب رہا ہے وہ ہدایت و راہنمائی ہے۔ اگرچہ امام رضاعلیہ السلام کے مناظروں کی تعداد زیادہ ہے، ان میں سے سات مناظرے بہت مشہور ہیں

اور خاص اہمیت کے حامل ہیں: جنہیں شیخ صدوقؒ نے عیون اخبار الرضا، علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار، ج۱۰ اور علامہ طبرسیؒ نے الاحتجاج میں نقل کیا ہے۔[4]

۱-عیسائیوں کے سب سے بڑے عالم جاثلیق[1] سے مناظرہ

۲- یہودیوں کے سب سے بڑے عالم راس الجالوت[11] سے مناظرہ

۳-ہربز اکبر[111] سے مناظرہ

۴- عمران صابئ[1111] سے مناظرہ

۵ - سلیمان مروزی[11111] سے مناظرہ۔

۶- علی بن محمد بن جہم[111111] سے مناظرہ

۷- بصرہ میں مختلف فرقوں اور مذاہب کے علماء سے مناظرہ

ان تمام مناظروں میں امام رضا علیہ السلام کے پیش نظر مد مقابل کی ہدایت و راہنمائی تھی۔ اگرچہ یہ مناظرے مامون کی طرف سے آپ پر مسلط کئے گئے اور اس سے اس کا مقصد امامؑ کی شخصیت کی تخریب تھا لیکن امامؑ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے قابل ہدایت افراد کی ہدایت کے لئے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔ امام علیہ السلام نے جاثلیق کے ساتھ مناظرے میں حتی المقدور کوشش کی کہ وہ اور اس کے پیروکار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے شرک آمیز عقیدے سے دستبردار ہو جائیں اور شرک سے نجات پالیں نیز انہیں توحید کی بعض تعلیمات سے روشناس کروایا۔ جاثلیق کا ایمان تھا کہ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے اور لاعلاج بیماروں کو شفا دیتے تھے لہٰذا وہ بندگی اور پرستش کے لائق ہیں۔ امامؑ نے اس کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ خصوصیت فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں ہے سابقہ انبیاء علیہم السلام بھی حضرت عیسی (ع) جیسے معجزات

---

1 - جاثلیق (ث اور لام کسرہ کے ساتھ) : یونانی لفظ ہے جس کا مطلب ہے بشپوں (Bishop) کا سربراہ یا وہ جو عیسائیوں کا بزرگ ہو۔ کسی شخص کا خاص نام نہیں ہے بلکہ نصاری (حضرت عیسی مسیح کے ماننے والے) کے بزرگ عالم کو کہتے ہیں اور شاید Catholic لفظ اسی سے بنا ہے [المنجد]

11 - یہ کسی شخص کا خاص نام نہیں ہے بلکہ یہودیوں کے بزرگ عالم کو کہتے ہیں۔

11 1- ہربذ اکبر یا ہربد اکبر، زرتشتوں (مجوسی۔ آتش پرست) کے بزرگوں کا لقب ہے جو ان کا رہبر ہو اور آتشکدہ کا رکھوالا ہو۔

1 111 - یہ گروہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہیں اور ان میں بھی دو اہم گروہ ہیں ایک موحد ہے دوسرا مشرک ہیں، یہ لوگ دین و شریعت، خدا اور پیغمبر کے منکر ہیں۔

1111 1- سلیمان مروزی خراسان کے علاقے میں علم کلام کا مشہور ترین عالم تھا، مامون اس کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا۔

11111 1- علی بن محمد بن جہم، ناصبی اور دشمن اہل بیت تھا، البتہ شیخ صدوق نے علی بن محمد بن جہم سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت رضا علیہ السلام سے محبت رکھتا تھا۔

رکھتے تھے۔ پس اگر حضرت عیسی (عؑ) ان معجزوں کی وجہ سے عبادت کے حقدار ہیں تو پھر ان سے پہلے انبیاء کی الوہیت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ امام علیہ السلام نے حضرت یسع علیہ السلام کی مثال دی کہ ان کے پاس بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے معجزات تھے،آپ نے فرمایا:" فان الیسع قد صنع مثل ما صنع عیسی علیہ السلام مشی علی الماء واحیی الموتی وابرء الاکمہ والابرص،فلم تتخذہ امتہ ربا ولم یعبدہ احد من دون اللہ عزو جل۔ حضرت یسعؑ بھی حضرت عیسیٰؑ جیسے کام کرتے تھے وہ پانی پر چلتے تھے، مردوں کو زندہ کرتے تھے،اندھوں کو بینا کرتے تھے اور برص کے مریضوں کو شفاء دیتے تھے لیکن ان کی امت نے تو انہیں ربوبیت کا درجہ نہیں دیا اور کسی نے ان کی پرستش نہیں کی ہے۔ "[5]

آخرکار امام علیہ السلام کے دلائل اور ہدایت و راہنمائی سے جاثلیق نے حقیقت کو قبول کیا اور کہا:"القول قولك،وان لا الہ الااللہ۔ آپ کی بات حق اور صحیح ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"[6]

راس الجالوت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے علاوہ کسی اور کی نبوت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ امام علیہ السلام نے عقلی اور نقلی دلائل سے اس کے سامنے باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو اس طرح ثابت کیا کہ اس کے لئے شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور اس نے امامؑ سے مخاطب ہو کر کہا:"واللہ یاابن محمد لولا الریاسۃ التی حصلت لی علی جمیع الیہود لآمنت باحمد واتبعت امرك"اے محمدؐ کے بیٹے! اگر مجھ پر تمام یہودیوں کی سرداری نہ ہوتی تو میں احمدؐ پر ایمان لاتا اور آپ کے حکم کی پیروی کرتا۔ عمران صابئی کے ساتھ مناظرے میں بھی یہی اصول کارفرما رہا، عمران نے امام رضاؑ سے کہا: واللہ یا سیدی ما ارید الا ان تثبت لی شیئا اتعلق بہ فلا اجوزہ۔ خدا کی قسم! میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے حقیقت کو ثابت کریں، اگر آپ نے حق مجھ پر واضح کر دیا تو میں اسے قبول کرنے میں دریغ نہیں کروں گا۔"

اس لئے امام علیہاالسلام نے اس کے تمام سوالات کے مدلل جواب دیے اور اس کی ہدایت و راہنمائی فرمائی یہاں تك کہ جب امامؑ نے آخر میں اس سے پوچھا کہ کیاآپ سمجھ گئے ہیں تو اس نے کہا: نعم یا سیدی قد فھمت ، واشھد ان اللہ تعالیٰ علی ما وصفت ووحدت واشھد ان محمدا عبدہ المبعوث بالھدی و دین الحق ثم خر ساجدانحوالقبلۃ و اسلم۔ جی میرے سردار! میں سمجھ گیا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی انہی صفات کا مالک ہے اور اسی طرح واحد جس طرح آپ نے توصیف کی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور دین حق اور ہدایت دے کر بھیجے گئے ہیں۔ پھر وہ قبلہ رخ ہو کر سجدے میں گر گیااور مسلمان ہو گیا۔"[7]

بنابریں، یہ امر اچھی طرح ثابت ہوا کہ امام رضا علیہاالسلام کا ہدف اور مقصد ہدایت وراہنمائی اور تعلیم وتربیت تھا۔ امام رضا علیہ السلام نے بہت سے مناظرے انجام دیے جن کو پڑھ کر ہم مناظرہ کا طریقہ اور اس کے اصول سیکھ سکتے ہیں۔ اس حوالے سے محدث کبیر جناب شیخ صدوقؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں امامؑ اپنے اصحاب سے مناظرے کے اہم اصول بیان فرماتے ہیں۔ اس روایت کو اختصار کے ساتھ ہم یہاں بیان کر رہے ہیں، قارئین گرامی تفصیل کے لئے شیخ صدوقؒ کی کتاب عیون اخبار الرضا علیہ السلام[8] کا مطالعہ کریں۔

ایک روز مامون نے اپنے مشیرِ خاص فضل بن سھل کو حکم دیا کہ تمام موجودہ ادیان کے بڑے علماء کو دربار میں جمع کیا جائے اور امام رضا علیہ السلام سے ان کا مناظرہ کروایا جائے۔ فضل بن سھل نے مختلف ادیان کے علماء اور متکلمین کو اگلے دن دربار میں جمع ہونے کا حکم دیا، جن میں جاثلیق، راس الجالوت، ھربذ، روم کے علماء اور صابئین کے بزرگ علماء اور متکلمین شامل تھے۔ (اگلے دن) حسن بن محمد نوفلی کہتے ہیں کہ ہم سب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امامؑ کا خادم جس کا نام یاسر تھا مامون کی طرف سے پیغام لایا کہ مامون کا دربار سجا ہے، مختلف مذاہب کے علماء جمع ہیں اور امامؑ کو مناظرہ کی دعوت دی گئی ہے۔ امامؑ نے جواب بھجوایا کہ میں جانتا ہوں کہ تیرا مقصد کیا ہے اور میں کل صبح آوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ یاسر چلا گیا اور پھر امامؑ نے مجھ سے سوال کیا: ائے نوفلی تم عراقی ہو اور عراقی لوگ ہوشیار ہوتے ہیں بتاو کہ اس دعوت مناظرے کے پیچھے مامون کا کیا مقصد ہے؟ میں نے عرض کیا: مولاؑ یہ لوگ آپ کو آزمانا چاہتے ہیں اور یہ کام خطرناک ہے۔ امامؑ نے پوچھا کیسے خطرناک ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ لوگ اہل بدعت اور متکلم ہیں، یہ لوگ عالم نہیں ہیں کہ حق بات اور دلیل کو قبول کر لیں، بلکہ اس کا انکار کریں گے اور مغالطہ کریں گے، اگر آپ فرمائیں گے کہ خدا ایک ہے تو وہ آپ سے کہیں گے کہ پہلے خدا کی وحدانیت کو ثابت کیجیے، اگر آپ فرمائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں تو وہ آپ سے آنحضرت ﷺ کی رسالت کو ثابت کرنے کو کہیں گے اور مغالطہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو مجبور کرنے کی کوشش کریں گے کہ آپ اپنی دلیلیں واپس لے لیں۔ میں آپ پر قربان جاؤں ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

امامؑ مسکرائے اور فرمایا: اے نوفلی کیا تمہیں یہ ڈر ہے کہ وہ لوگ میری دلیلوں کو ردّ کردیں اور مجھے شکست ہو جائے؟ میں نے عرض کیا: نہیں آقا! خدا کی قسم؛ ایسا نہیں ہے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ ان لوگوں پر غالب آجائیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے نوفلی، جاننا چاہتے ہو کہ مامون کب اپنی حرکت پر پشیمان ہو گا؟ میں نے عرض کیا، جی مولا میں جاننا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: اس وقت جب مامون یہ دیکھے گا کہ میں توریت

کے ماننے والوں کو توریت سے، انجیل کے ماننے والوں کو انجیل سے، زبور کو ماننے والوں کو زبور سے جواب دوں گا اور صابئین کو عبری زبان میں، مجوسیوں کو فارسی زبان میں، رومیوں کو رومی زبان میں جواب دوں گا اور ہر فرقہ کے علماء سے ان کی زبان میں مناظرہ کروں گا اور اس وقت میں سب پر غالب ہوں گا اور سب میری بات کو قبول کرکے اپنی شکست تسلیم کرلیں گے تب مامون کو پتہ چلے گا کہ جو وہ چاہتا ہے وہ اس کے لئے شائستہ نہیں ہے اور اس طرح وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہو جائے گا۔ اور پھر امامؑ نے فرمایا: ''ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' یعنی: "ہر قوت اور طاقت خداوند عالم کی جانب سے ہے۔" اس روایت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مناظرہ میں تین اصولوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے:

1. یہ کہ اپنے خصم (مدّمقابل) کے بارے میں کافی معلومات حاصل کرنا اور اس کے ارادے سے باخبر ہونا ضروری ہے، اسی لیے امامؑ نے نوفلی سے پوچھا کہ مامون کا کیا ارادہ ہے؟ اور نوفلی نے ان علماء کے بارے میں بھی بتایا۔
2. یہ کہ ایسی زبان استعمال کریں جو مدّمقابل شخص کو سمجھ میں آئے، اس سے وہ مرعوب ہوگا اور شکست کھائے گا، اسی لئے امامؑ نے فرمایا کہ ان کی زبان میں گفتگو کریں گے۔
3. یہ کہ ان اصولوں کو آپ بخوبی جانتے ہوں جو مدّمقابل کے لئے مسلم ہوں کیونکہ ان کے ہی اصولوں کے ذریعہ ان پر غلبہ حاصل کرکے حق واضح کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے امامؑ نے فرمایا کہ ان کی کتابوں سے جواب دیں گے۔

امام رضا علیہ السلام کے دوران مناظرہ اخلاقی اصول

اگرچہ علماء کرام ہمیشہ سے ہی مہذب شخصیات رہی ہیں اور وہ مختلف قسم کے علوم کے حامل ہونے اور اپنے مقام و مرتبے کے اعتبار سے معاشرے میں مقبول رہے ہیں، لیکن تحصیل علم یا دوسروں کو تعلیم دینے کے مرحلے میں انہیں ایسا عملی نمونہ ہونا چاہیے جو اس بات کا موجب بنے کہ ان کا طرز عمل اور رویہ ہر قسم کے جھگڑے اور فساد سے پاک ہو اور اخلاقیات اور حکمت سے مزین ہو۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام، جو اپنے بیکراں علم اور دوسرے ادیان و مذاہب کے علماء سے مباحث اور مناظروں کی وجہ سے "عالم آل محمدؐ" کے نام سے شہرت پا چکے تھے، کا طرز عمل قابل ذکر ہے۔ امام رضا علیہ السلام جب اپنے دور کے مختلف ادیان و مذاہب کے علماء اور مختلف فرقوں کے راہنماؤں کے سامنے مناظرے اور علمی بحث و مباحثے کے لئے تشریف فرما ہوتے تھے تو ان میں سے ہر ایک کے سوالات، شکوک و شبہات اور مسائل کا پورے احترام کے ساتھ جواب دیتے تھے، اس کے علاوہ آپؑ نے علمی لحاظ سے غلبہ پانے کے باوجود علمی

مناظروں اور بحث ومباحثوں میں علماء کے لئے ادب واخلاق پر مبنی قابل تقلید نمونہ بطور یادگار چھوڑا ہے۔ یہاں پر ان مناظروں میں آپؑ کے اخلاقی طرز عمل کے چند اصول پیش کرتے ہیں:

ا۔احکام الٰہی کی پابندی

امام رضا علیہ السلام بحث و گفتگو اور مناظرے کے عروج کی حالت میں احکام خدا کی بجاآوری کا پورا خیال رکھتے تھے، بالخصوص نماز کی ادائیگی کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک دن جب ان کا مختلف مذاہب کے علماء سے بحث ومناظرہ ہو رہا تھا اور امامؑ اور وہاں موجود افراد کے درمیان بہت سی باتوں پر بحث و مباحثہ ہوا، اس محفل میں ایک بہت بڑا مجمع موجود تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ مناظرین میں سے ایک جس کا نام عمران اور اس کا تعلق صابی مذہب سے تھا، نے کہا: "یا سیدی لا تقطع علی مسالتی فقد رق قلبی" جناب! آپ بحث کو جاری رکھیں اور اسے قطع نہ کریں اس سے میں آزردہ خاطر ہوں گا۔ اگر آپ نے اپنی بات جاری رکھی، تو ہو سکتا ہے میں مسلمان ہو جاؤں۔" امامؑ نے فرمایا، "میں نماز پڑھ کے واپس آجاؤں گا۔" یہ کہہ کر امامؑ اٹھے اور نماز ادا فرمائی۔[9] یہ بات واضح ہے کہ ان مناظروں سے امام علیہ السلام کا مقصد اسلام کی تعلیمات اور احکام کی تشریح اور تبلیغ تھا اور ان کا ایک عملی نمونہ پیش کرنا تھا۔

۲۔آداب گفتگو کی پابندی

مختلف ادیان ومذاہب کے رہنماؤں کے ساتھ ہونے والے مباحثوں اور مناظروں میں امام رضا علیہ السلام نے جو آداب اختیار کئے اور جس طرح کا طرز بیان اپنایا، وہ اس بحث و مباحثے کے اس اسلوب کی نشاندہی کرتا ہے جس میں ہر طرح کی رائے زنی، دوسرے فریق کو حقیر و ذلیل کرنے اور اس کی دلیل و منطق کو بے وقعت سمجھنے سے پرہیز کیا جاتا ہے، الٰہی تعلیمات اور دیگر مطالب کی تشریح و تبیین میں اخلاقیات اور صبر و تحمل کو ترک نہیں کیا جاتا ہے اور مدّمقابل کو اسے قبول کرنے یا مسترد کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام کی سیرت میں علماء اور مفکرین کے ساتھ مناسب رویے اور اخلاقی طرز عمل کا نمونہ امام رضاؑ کی طرف منسوب نظم میں دیکھا جاسکتا ہے جسے آپؑ نے مامون کی درخواست کے جواب میں کہا تھا:

إِذَا كَانَ دُونِي مَنْ بُلِيتُ بِجَهْلِهِ   أَبَيْتُ لِنَفْسِي أَنْ تُقَابِلَ بِالْجَهْلِ

وَإِنْ كَانَ مِثْلِي فِي مَحَلِّي مِنَ النُّهَى   أَخَذْتُ بِحِلْمِي كَيْ أَجِلَّ عَنِ الْمِثْلِ

وَإِنْ كُنْتُ أَدْنَى مِنْهُ فِي الْفَضْلِ وَالْحِجَى   عَرَفْتُ لَهُ حَقَّ التَّقَدُّمِ وَالْفَضْلِ[10]

"اگر میرا واسطہ کسی ایسے شخص کی جہالت سے پڑے جو مجھ سے کمتر ہو تو میں اپنے آپ کو اس شخص کی جہالت و نادانی سے مقابلہ کرنے سے باز رکھوں گا، اگر وہ عقل و دانشمندی میں میرے ہم پلہ ہو تو اس کے ساتھ حلم و بردباری کا سلوک کروں گا تاکہ اپنے جیسے سے برتر اور بلند تر رہوں اور اگر میں فضیلت اور عقل و دانش کے لحاظ سے اس سے کمتر ہوں تو اسے اپنے پر ترجیح اور برتری کا درجہ دوں گا۔"

۳۔انصاف پسندی

گفتگو میں صاف گوئی بحث و مباحثہ کی ایک بنیادی خصوصیت ہے۔ مناظرے میں اور مناظرین کے درمیان انصاف پسندی ایک اہم اصول ہے۔ اس اصول کی پابندی نہ کرنا بحث و گفتگو کے بے نتیجہ اور بے فائدہ ہونے کا سبب بنتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام اپنے مناظروں میں اس اہم اصول کی سختی سے پابند تھے اور کوشش کرتے تھے کہ بحث شروع کرنے سے پہلے اپنے مخاطب کو بھی اس اصول کی طرف متوجہ کریں۔آپ کے مناظروں میں اس اصول پر عمل کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔عمران صابیٔ سے مناظرے میں آپ نے چند موارد میں اس کی توجہ دلائی اور فرمایا: "سل یا عمران وعلیك بالنصفة ،وایاك والخطل والجور"[11] اے عمران! جو چاہو پوچھو؛ لیکن بے انصافی سے کام نہ لو ،بے ہودہ غلط اور فضول باتوں سے پرہیز کرو۔ اسی طرح جب آپ دیکھتے تھے کہ مخالف فریق نے منصفانہ گفتگو کی ہے تو اس کی انصاف پسندی کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے تھے: "الآن جئت بالنصفه یانصرانی"[12] تو نے انصاف سے کام لیا ہے۔"

۴۔مدمقابل کا احترام و تکریم

امام رضا علیہ السلام کے مناظروں میں ایک نمایاں اخلاقی اصول مناظرے میں فریق مخالف کا عزت و احترام تھا۔ آپؑ نے کسی مناظرے میں کسی کی توہین نہیں کی، ہمیشہ دوسروں کا احترام کیا۔ برے ، گھٹیا، قبیح اور ناپسندیدہ الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرمائی تاکہ اخلاقی طرز عمل سے گفتگو اور مناظرے میں دوستی کا ماحول قائم کریں۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنے اعلیٰ علمی مقام اور فیض الٰہی کے چشمہ سے سرشار اور سیراب ہونے کے باوجود مناظرے کے وقت کبھی مدّمقابل کی تحقیر نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ اگر آپ کے ساتھی مدّمقابل مناظر کا مذاق اڑاتے یا اس پر طنز و مزاح کرتے تو آپؑ انہیں بھی منع کرتے اور انہیں نرمی اختیار کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ چنانچہ جب سلیمان مروزی کے ساتھ مناظرے میں آپؑ نے اس پر جواب دینے کے تمام راستے بند کر دئے تو وہ متضاد اور ایک دوسرے کی ضد و نقیض باتیں کرنے لگا تو تمام حاضرین اس پر ہنسنے لگے۔

امام علیہ السلام نے لوگوں کی طرف رخ کرکے انہیں روکا اور شائستگی کا مظاہرہ کرنے کی تاکید فرمائی اور پھر اپنی گفتگو کو جاری رکھا۔ [13] اس کی ایک اور مثال عمران صابئ سے امام علیہ السلام کے مناظرے میں یوں ملتی ہے کہ مناظرے کے دوران آپؑ نے اسے اپنے پاس بلایا، اسے عزت واحترام دینے کے بعد اسے چند جوڑے کپڑے اور دس ہزار درہم عطا کئے۔ [14] امام رضا علیہ السلام کے اپنے مخالفین کے ساتھ محبت آمیز اور محترمانہ سلوک کی وجہ سے وہ آپؑ کی بلند مرتبہ شخصیت اور عظمت سے متاثر ہو جاتے تھے اور آپؑ کے سامنے خشوع وخضوع سے پیش آتے تھے۔ عمران صابئ اگرچہ اپنے دور کا بہت بڑا عالم تھا لیکن امام رضاؑ کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار کرتا اور آپ سے سیدی (میرے سردار) اور مولای (میرے آقا) کے الفاظ کے ساتھ مخاطب ہوتا تھا۔ [15]

۵۔ ذاتیات اور شخصیت پر تنقید سے احتراز

امام رضاعلیہ السلام کے مناظروں میں ایک اور قابل اہمیت نکتہ مخالف کے دلائل پر اعتراضات اور تنقید کی بجائے اس کی ذاتیات اور شخصیت کو تنقید کا نشانہ بنانے کے عمل سے اجتناب ہے۔ آپ کے مناظروں کی چھان بین اور تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ آپؑ نے کسی بھی مناظرے میں افراد کی شخصیت پر اعتراض اور تنقید نہیں کی اور اپنے مدّمقابل پر جھوٹ اور مغالطے کا الزام نہیں لگایا، صرف ان کے دلائل کو غلط ثابت کیا ہے ان کی غلطیوں کی نشاندہی فرمائی اور ان کے انحرافات کو ان کے لئے بیان کیا۔ [16] جبکہ اس طرز عمل کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ جاثلیق جیسے افراد کو جونہی امامؑ کی ذات اور شخصیت پر اعتراض کا موقعہ ملتا ہے فوراً اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امامؑ کو جاہل اور کم علم ٹھہرادیتے ہیں۔ جب امام علیہ السلام نے جاثلیق سے کہا کہ اے نصرانی! اللہ کی قسم میں اس عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہوں جو محمد ﷺ پر ایمان لائے تھے، ہمیں آپ کے عیسی (ع) پر کوئی اعتراض نہیں ہے مگر یہ کہ وہ نماز اور روزے میں کوتاہی کرتے تھے۔ اس پر جاثلیق نے کہا: افسدت واللہ علمك وضعفت امرك، وما كنت ظننت الا انك اعلم اهل الاسلام [17] خدا کی قسم آپؑ نے اپنے علم کو فاسد کردیا اور اپنی دلیل کو کمزور کردیا، میں تو آپ کو مسلمانوں کا سب سے بڑا عالم سمجھتا تھا۔

۶۔ مخالف نکتہ نظر کا خیر مقدم

جب قرون وسطیٰ میں مغرب علم وتمدن اور تہذیب وثقافت سے دور جہل وجاہلیت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، اور چرچ کے تعلیمی فلسفے نے دوسرے علمی نظریات وافکار پر اپنے آمرانہ خیالات کا قبضہ جمار کھا تھا اور کسی بھی دوسرے نظریے اور فکر کو قبول کرنے کے لئے ہر گز تیار نہیں تھا، اس وقت اسلامی فکر، امام رضاؑ کی سربراہی میں اسلام کے نقطہ نظر کی تبلیغ وترویج کرتے ہوئے، نہ صرف مخالف خیالات کے مقابلہ میں پریشان نہیں ہوئی، بلکہ کھلے چہرے اور

کھلے دل سے انہیں گلے لگا کران کے ہر قسم کے شکوک وشبہات کا جواب دیا اور اپنی علمی اور تہذیب وتمدن کی برتری کو رقیب کے خاتمے اور نابودی میں نہیں جانا بلکہ مخالف خیالات ونظریات کے مقابلے میں علمی رویہ اپنانے اور دانشمندی کے ساتھ ان کے مناسب جوابات دینے میں راہ حل تلاش کیا۔ جس اسلامی طرز عمل پر امام رضا علیہ السلام نے عمل کیا اس سے مناظرہ کے درج ذیل اصول سامنے آئے:

1. افکار و نظریات کے تبادلے اور اظہار رائے اور بیان کی آزادی کی ترویج اور تاکید۔
2. مخالف مکاتب فکر کا منطقی، عقلی اور علمی طریقے سے مقابلہ کرنا اور اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنا۔
3. دوسرے ادیان ومذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ تعامل کا مناسب طرز عمل اپنانا۔

۷۔ نرم اور ملائم الفاظ سے استفادہ

مناظرے میں کلام کے مؤثر اور قابل نفوذ ہونے کی ایک شرط نرم وملائم الفاظ، لہجے میں گرمجوشی اور باتوں کا دلنشین انداز وبیان ہے۔ اس روش کی تاثیر اس حد تک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے سامنے اسی روش اور طریقے کو اپنانے کا حکم دیا۔ ارشاد الٰہی ہوا: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (44:20) ترجمہ: ''سو اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔'' ایک اور مقام پر قرآن مجید نے پیغمبر اکرم ﷺ کی کامیابی کا راز ان الفاظ میں بیان کیا ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ... (159:3) ترجمہ: ''اللہ کی رحمت سے آپ نرم خو ہیں اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے آس پاس سے چھٹ جاتے۔۔۔''

مناظرات میں امام رضا علیہ السلام کی طرف سے استعمال ہونے والے الفاظ میں غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مخاطب کے افکار کے ساتھ ساتھ، اُس کے دل وفطرت پر بھی توجہ دی گئی ہے۔ چنانچہ آپؑ کی گفتگو کے لہجے کی کیفیت میں تبدیلی اس حقیقت کی غمازی کرتی ہے کہ حضرت امام رضاؑ مدّمقابل پر اپنی گفتگو اور کلام کے زیادہ سے زیادہ مؤثر ہونے اور اس کے ساتھ دوستانہ افہام وتفہیم کی خاطر ہمیشہ اپنے دلائل نرم وملائم الفاظ اور مناسب وموزوں قالب میں بیان کرتے تھے اور سخت، تکلیف دہ اور دل آزار جملوں کے استعمال سے مکمل اجتناب کرتے تھے۔[18]

آپ کے مناظروں میں اس اصول کا جلوہ ہمیں فریق مخالف کا بحث کو جاری رکھنے کے شوق اور جذبے میں نظر آتا ہے۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ آپؑ کی دلنشین باتوں کا مخاطب پر اتنا گہرا اثر ہوتا تھا کہ جب آپؑ اپنی گفتگو ختم کرتے تو مدّمقابل بڑے ذوق وشوق سے گفتگو کو جاری رکھنے اور مزید مطالب سننے پر اصرار کرتا تھا۔ بطور مثال امام علیہ السلام سے مناظرہ کرنے والوں میں سے ایک سلیمان مروزی تھا، مسئلہ بداء کے بارے میں امامؑ سے

جواب سننے کے بعد بڑے اشتیاق سے اس نے امامؑ سے مزید وضاحت کرنے کی گزارش کی۔[19] امام رضا علیہ السلام کے ان مناظروں جہاں اعلیٰ اخلاقی اصول اور انسانی قدریں کار فرما تھیں وہاں پر خود مناظرے کے چند بہترین اصول بھی بروئے کار لائے گئے ہیں جو ہمارے لئے غیر مسلموں اور اسلام کے دیگر فرقوں کے ساتھ بحث وگفتگو اور مذاکرات کے لئے راہنما اصول ہیں۔

ا۔حریف کے مسلمات کی بنیاد پر مناظرہ

علمی بحث و مباحثہ اور مناظرے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مدّمقابل کے سامنے ایسی باتوں سے استدلال کیا جائے جس پر اس کا ایمان و عقیدہ ہے۔ اسی بنا پر، امام رضا علیہ السلام نے سوچا کہ غیر مسلموں اور دیگر ادیان کے پیروکاروں کے سامنے قرآن سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کی حجیت اور حقانیت ان کے لئے ابھی ثابت نہیں ہوئی، اس لیے وہ اسے قبول نہیں کریں گے لہٰذا انہیں ان کی کتاب سے دلائل دیے جائیں اور انہی کی کتاب کی زبان میں ان سے استدلال کیا جائے۔ جیسا کہ ''جاثلیق'' مسیحی کے کلام سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے، جب مامون نے اسے امام علیہ السلام سے مناظرے کے لئے کہا تو نے جواب میں کہا: كَيْفَ أُحَاجُّ رَجُلًا يَحْتَجُّ عَلَيَّ بِكِتَابٍ أَنَا مُنْكِرُهُ' یعنی: "میں اس شخص سے کیسے مناظرہ کروں جو ایسی کتاب سے استدلال کرتا ہے جسے میں نہیں مانتا ہوں۔" امام رضاؑ نے اسے جواب دیا: ''يَا نَصْرَانِيُّ فَإِنِ احْتَجَجْتُ عَلَيْكَ بِإِنْجِيلِكَ أَتُقِرُّ بِهِ'' اے نصرانی اگر میں تمہاری انجیل سے دلائل دوں تو کیا قبول کروگے؟ [20]

امام رضاؑ کی یہ پیشکش جہاں امامؑ کی علمی قدرت و توانائی اور مختلف ادیان و مکاتب کے عقائد و نظریات پر تسلط ومہارت کو ظاہر کرتا ہے، وہاں دوسرے ادیان کے علماء کے ساتھ بحث و گفتگو میں ایک خاص روش اور انداز کی بھی حکایت کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ مخالفین کے عقائد و نظریات، مقدسات اور ان کی کتابوں کے احترام کے سائے میں انہی کی زبان اور منطق میں اور انہی کے مذہب سے استدلال کرکے ان کا مقابلہ اور انہیں قانع کیا جاسکتا ہے۔اسی بنا پر امام علیہ السلام نے فرمایا: '' میں اہل تورات کے ساتھ تورات سے، اہل انجیل کے ساتھ انجیل سے، آتش پرستوں کے ساتھ ان کے طریقے سے، رومیوں کے ساتھ ان کے طریقے سے اور اہل بحث و گفتگو سے انہی کے اسلوب میں دلائل دے کر منواؤں گا اور وہ میری تصدیق کریں گے۔''[21]

۲۔ متکلم کے مدعا کا صحیح ادراک

مناظرے اور باہمی بحث و تمحیص کے اہم اصول و ضوابط میں سے ایک جدل اور سفسطہ سے بچنا ہے۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ مخالف کے جواب دینے کی کوشش سے زیادہ اس کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس بنا پر یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ شخص مناظرے میں ماہر ہو سکتا ہے جو مخالف فریق کے ما فی الضمیر کو پڑھ سکے اور جو وہ کہنا چاہتا ہے اسے سمجھ سکے۔ کیونکہ متکلم کی بات کے مفہوم اور اس کے ما فی الضمیر کو نہ سمجھنا ایک ایسا مسئلہ ہے جو مناظرے کے عمل کو مکمل طور پر اپنے دھارے سے منحرف کر سکتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام ہمیشہ مناظروں میں اس اصول کی پابندی اور بات کو پورے طور پر سمجھنے کی ضرورت پر زور دیتے تھے اور اس کی طرف مدّمقابل کی توجہ دلاتے تھے۔ جیسا کہ امامؑ نے عمران صابی سے فرمایا: اے عمران! جو تم نے پوچھا ہے میں اس کے بارے میں تمہیں مفصل بتاؤں گا، لیکن جو میں تمہیں بتاؤں اس میں غور و فکر کرو اور اپنی عقل و فہم کو اس کے سمجھنے میں بروئے کار لاؤ، کیونکہ یہ لوگوں کے لئے مشکل ترین اور پیچیدہ ترین مسائل اور مطالب ہیں، لہٰذا عقل و فہم سے عاری، قوی قوت ادراک سے خالی اور جہل و نادانی کے شکار افراد ان کو سمجھنے سے عاجز ہیں؛ ان کو صرف وہ افراد سمجھ سکتے ہیں جو صاحب عقل، منصف مزاج، حق کے متلاشی اور حق شناس ہوں۔[22]

۳۔ اظہار رائے کی آزادی

امام رضا علیہ السلام کے مناظروں کی ایک اہم اور قابل قدر خصوصیت اظہار رائے اور فکر کی آزادی ہے۔ آپ مناظر افراد کو اپنی رائے کے اظہار کرنے میں مکمل آزادی دیتے تھے۔ آپؑ سوچ و فکر کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی کو مسلمہ انسانی حق جانتے تھے اس لئے مناظرے میں اپنے مدّمقابل کو اس کے اس مسلم حق سے محروم نہیں کرتے تھے اور اسے پوری آزادی کے ساتھ اپنی رائے اور نظریے کو بیان کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ آپؑ نے سلیمان مروزی کو اس طرح مدلل جوابات دئے کہ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا اور آپؑ کے دلائل کا جواب دینے سے عاجز ہو گیا۔ اس کی تضاد بیانی، یاوہ گوئی اور غلطیاں اس قدر زیادہ تھیں کہ مامون اور حاضرین ہنسنے لگے۔ اس کی ایک غلطی یہ تھی کہ امام علیہ السلام سے قانع کنندہ جواب سننے کے باوجود اپنی بات کو دہرا رہا تھا۔ امامؑ نے دوبارہ اسے سمجھایا اور نہ صرف امام رضاؑ بلکہ مامون نے بھی اس کے تضادات کی تصریح کی۔ سلیمان بحث کے اختتام تک اپنی تضاد بیانی سے دستبردار نہ ہوا اور جدلی مغالطوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی بحث کو آگے بڑھاتا رہا۔[23] لیکن امامؑ نے اس تمام تضاد بیانی اور تناقض گوئی کے باوجود بھی اسے سوال و جواب کا موقعہ فراہم کیا۔

۴۔ فکری جمود اور بے جا تعصب سے پرہیز

امام رضا علیہ السلام بطور کلی مخالفین اور دیگر ادیان ومذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ بحث وگفتگو اور میل ملاپ میں کبھی تعصب کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے، آپ کا ان کے ساتھ رویہ اور طرز عمل ہر قسم کے تعصّبات سے بالاتر ہوتا تھا۔ وہ لوگ جو اسلام کے بنیادی نظریات، قرآن اور پیغمبر اکرم ﷺ پر بھی ایمان وعقیدہ نہیں رکھتے تھے، آپ ان کے ساتھ بھی ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر جس کتاب کو وہ مانتے تھے اسی کو مناظرے میں بنیاد اور منبع قرار دیتے تھے اور اپنی حجت ودلیل کو اسی سے پیش کرتے تھے تاکہ مدّمقابل اس کا انکار نہ کرسکے۔ جب مامون نے مناظرے کا اہتمام کیا تو جاثلیق نے مامون سے کہا: اے امیر المؤمنین! میں اس شخص سے کیسے مناظرہ کروں جو اس کتاب سے دلیل لاتا ہے جسے میں نہیں مانتا ہوں اور وہ ایسے پیغمبر کا قول نقل کرتا ہے جس پر میرا ایمان نہیں ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے نصرانی! اگر میں انجیل سے دلیل اور ثبوت پیش کروں تو کیا قبول کروگے؟ جاثلیق نے کہا: "ھل اقدر علی دفع مانطق بہ الانجیل، نعم واللہ اقربہ علی رغم انفی" کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ انجیل سے دلائل دیں اور میں قبول نہ کروں؟ خدا کی قسم اقرار کرتا ہوں کہ تسلیم کروں گا اگرچہ میرے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔[24]

۵۔ شرح صدر اور دوسروں کے نظریات کو برداشت کرنا

ایک اور خصوصیت اور اصول جو امام رضاؑ کے مناظروں سے اخذ کیا جاسکتا ہے وہ وسعت قلبی اور مخالف نظریے اور آراء کو برداشت کرنا ہے۔ مناظرے کے دوران اگر آپ کو اپنی رائے کے برخلاف کسی رائے اور نظریے کا سامنا کرنا پڑتا تو آپؑ نہ صرف اس کی مخالفت نہ کرتے بلکہ انہیں خوش آمدید کہتے تھے آپ کے اور جاثلیق کے مابین مناظرے میں جب اس نے امامؑ سے یہ کہا کہ خدا کی قسم تو نے اپنے علم کو ضائع کردیا اور اپنی کم علمی کو عیاں کردیا جبکہ میں آپ کو اسلام کا بہت بڑا عالم سمجھ رہا تھا۔ اس کا جواب امامؑ نے بڑے آرام وسکون اور متانت سے دیا اور عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے عقیدے کو باطل ثابت کیا۔[25]

نتیجہ

احقاق حق اور اپنے نظریے کو ثابت کرنے کا ایک ذریعہ بحث وگفتگو اور مناظرہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے بارے میں راہنمائی کی گئی ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے مختلف ادیان ومذاہب اور اسلامی فرقوں کے علماء کے ساتھ علمی مناظرے کیے۔ ان مناظروں میں انہوں نے جو علمی اصول، اخلاقی سیرت اور منطقی اور طرز عمل اپنایا ہے وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ دور حاضر میں جب مختلف ادیان اور تہذیبوں میں تصادم کی بات ہوتی ہے تو اس کے دنیا پر خوفناک اثرات مرتب ہوتے نظر آتے ہیں؛ لہٰذا ان کے درمیان مذاکرات کو بطور حل پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ان مذاکرات

اور بحث و گفتگو میں علمی اصولوں، اخلاقیات اور منطقی طریقہ کار کو اختیار نہ کیا جائے تو مطلوبہ نتائج نہ صرف حاصل نہیں ہوتے بلکہ منفی رجحانات جنم لیتے ہیں۔اس کے لئے امام رضا علیہ السلام کی پیروی کی جائے اوران کی سیرت کو اپنایا جائے تاکہ تصادم سے بچا جائے اور مختلف ادیان کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا جائے اور لوگوں کو اظہار رائے میں آزادی حاصل ہو تاکہ یہ دنیا مذہب کی بنیاد پر ٹکراؤ، بدامنی اور قتل و غارت گری سے محفوظ ہو جائے۔

اسلامی معاشرے کے اندر خصوصا پاکستان میں امام رضا علیہ السلام کی سیرت کو عملی جامہ پہنانے کی اشد ضرورت ہے جہاں مذہبی شدت پسندی، عدم برداشت، مذہب کے نام پر دہشت گردی اور فرقہ واریت اپنے عروج پر ہے اور اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ان خطرناک رجحانات کو روکنے کے لئے امام رضا علیہ السلام کے طرز عمل کو اختیار کرتے ہوئے فکری جمود اور مذہبی تعصب سے پرہیز کیا جائے،اظہار رائے اور کسی علمی نظریئے کواختیار کرنے کی آزادی دی جائے، لیکن کسی کی توہین نہ کی جائے، دوسروں کے مقدسات کا احترام کیا جائے، دوسرے مکتبہ فکر کی آراء و نظریات کو برداشت کیا جائے اور انہیں تحمل و بردباری، شرح صدر اور وسعت نظری سے سنا جائے اور علمی و عقلی دلائل کے ذریعے انہیں رد کیا جائے، دوسروں کے نقطہ نظر کو پورے طور پر سمجھا جائے اور پھر مدلل جواب دیا جائے اور ہمیشہ پرامن اور دوستی کے ماحول میں باہمی گفتگو اور مذاکرات کا دروازہ کھلا رکھنا چاہیے۔

*****

References

1. Abu Fadl Jamal al-Dīn Muhammad b. Mukarram, Ibn-e Manzūr, *Lisān al-Arab*, vol. 5 (Qum: Nashr Adb al-Hawza, 1405AH), 214-5.

ابو فضل جمال الدین محمد بن مکرم، ابن منظور، *لسان العرب*، ج5، (قم، نشر ادب الحوزہ،1405ھ)،215،214۔

2. Abu al-Qasim Husyn b. Muhammad, Raghib Isfahani, *al-Mufradāt fi Gharīb al-Quran* (Beirut: Dar al-Qalm,1412AD).

ابوالقاسم حسین بن محمد، راغب اصفہانی،)*المفردات فی غریب القرآن* (بیروت، دارالمعرفہ،1412ھ،ق) ۔

3. Shaykh Zain al-Dīn b. Ali Amili, Shahīd al-Thani, *Munyah al-Murīd*, trans. Muhammad Bashīr (Lahore: Karim Publications, 2014), 239.

شیخ زین الدین بن علی عاملی، شہید ثانی، *منیۃ المرید* ترجمہ محمد بشیر،(لاہور، کریم پبلیکیشنز2014ء)، 239۔

4. Abu Ja'far Muhammad b. Ali Babawayh, Sykh Saduq, Uyūn Akhbar al-Rida, vol. 2 (Beirut: Muassasa al-Aa;lami, nd), 139-173, 140. Abu Mansūr Ahamad b. Ali b. Abi Talib, Tabrasi, Al-Ihtijāj, vol. 2 (Najaf: Manshurāt al-Noumān, 1386AD), 199-224. Allama Majlisi, Muhammad Baqir, Bihār al-Anwār, vol. 10, chap. 19 (Beirut: Muassasa al-Wafa, nd), 251-299.

ابو جعفر محمد بن علی ابن بابویہ، شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا (ع)، ج2، (بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، سن ندارد)، 139 تا 173، 140)؛ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب، طبرسی، الاحتجاج، ج2 (نجف اشرف، منشورات النعمان، 1386ھ)، 199تا224؛ علامہ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج10، باب19 (بیروت، مؤسسۃ الوفاء، سن ندارد) 251تا299۔

5. Saykh Saduq, *Uyūn Akhbar al-Riza a.s*, vol. 2, 143.

صدوق، عیون اخبار الرضا (ع)، ج2، 143۔

6. Ibid. 145.

ایضاً، 145۔

7. Ibid. 157.

ایضاً 157۔

8. Saykh Saduq, *Uyūn Akhbar al-Riza a.s*, 139-140

صدوق، عیون اخبار الرضا (ع) 139، 140۔

9. Mudarresi, Muhammad Taqi, *Imamān wa Jumbishha-ye Maktabi*, 1st ed. (Mashhad: Astān-e Quds-e Razavi, 1367), 281.

مدرسی، محمد تقی، امامان وجنبش ہای مکتبی، حمید رضا آژیر، چاپ اول ۱۳۶۷ (مشہد، آستان قدس رضوی، سن ندارد)، 281۔

10. Majlisi, *Bihar al-Anwār*, vol. 41, 420, Saduq, Uyūn Akhbar al-Rida, vol.1, 187.

علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج41، کتاب الایمان والکفر، مکارم الاخلاق، 420؛ ، صدوق، عیون اخبار الرضا، ج، 1، 187۔

11. Majlisi, *Bihar al-Anwār*, vol. 41, 310.

مجلسی، بحار الانوار ج41، 310۔

12. Tabrasi, *Al-Ihtijāj*, 202.

طبرسی، الاحتجاج، 202۔.

13. Muhammad Baqir Sharīf, Qurshi, *Hayat-e Imam Riza a.s*, vol. 1 (no city: no pub, nd), 195.

محمد باقر شریف، قرشی، حیات الامام الرضا (ع)، ج1، (نجف، ناشر ندارد، 1372ش) 195۔

14. Majlisi, *Bihar*, 318.

مجلسی، بحار الانوار، 318۔

15. Ibid. 315.

ایضاً، 315۔

16. Mua'llafaha-ye Munaziraha-ye Ilmi Imam Rida: algavi-ye Bartr baraye, 6th year, issue 22, 157 (tabistan 1397).

مؤلفہ ہای مناظرہ ہای علمی امام رضا علیہ السلام: الگوی برتر برای سال ششم، شمارہ 22، 157، تابستان 1397 فصلنامہ علمی- پژوہشی فرہنگ رضوی۔

17. Saduq, *Uyūn*, 140.

صدوق، عیون اخبار الرضا (ع)، 140۔

18. Fasl namah Ilmi-Pujuhishi-ye Farhangh-e Rizivi, 6th year, issue 22 (tabistan 1397AD), 168.

فصل نامہ علمی-پژوہشی فرہنگ رضوی سال ششم، شمارہ 22، تابستان 1397، ص.168۔

19. Saduq, *Uyūn*, 162.

صدوق، عیون اخبار الرضا (ع)، 162۔

20. Saduq, *al-Tawhīd* (Qum: Jamia Mudarresīn, 1398AD), 420.

محمد بن علی، صدوق، التوحید، باب ذکر مجلس الرضاؑ مع اہل الادیان، (قم، جامعہ مدرسین، 1398ھ)، 420۔

21. Saduq, Uyūn, 140.

صدوق، عیون اخبار الرضا (ع)، 140۔

22. Ibid. 157.

ایضاً، 157۔

23. Majlisi, Bihār, vol. 10, 332.

مجلسی، بحار الانوار، ج10، 332۔

24. Tabrasi, al-Ihtijāj, 202.

طبرسی، الاحتجاج، 202۔

25. Ibid. 204. Saduq, Uyūn,

ایضاً، 204۔